مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کے پوتے اور مولانا زاہد
الراشدی مدظلہ کے بیٹے حافظ محمد عمار خان صاحب کے امت کے
اجماعی تعامل اور اہلسنت کے علمی مسلمات کے دائروں سے تجاوز
اور خطرناک بے اصولیوں پر مشتمل رسالہ

مقام عبرت

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور

۲
م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

مقام عبرت

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

227.2

اہم نوٹ

اس کتابچہ کی اشاعت عام سے پہلے ہم نے اس کی کاپی محمد عمار خان صاحب کو بھیجی اوران سے درخواست کی کہ وہ بتائیں کہ ہمارے تبصرے سے ان کو اتفاق ہے یا اختلاف ہے۔انہوں نے مہربانی کی کہ ہمیں جلد جواب دیا لیکن لکھا کہ:

''جہاں تک آپ کے تبصرے سے اتفاق یا عدم اتفاق کا تعلق ہے تو میرے ناقص فہم کے مطابق آپ کی موجودہ تحریر بحث میں کسی ایسے نکتے کا اضافہ نہیں کرتی جس کی روشنی میں مجھے اپنے نقطہ نظر پر فوری نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہو''۔

اس جواب پر ہم نے فیصلہ کیا کہ قارئین کی خدمت میں اپنی بات رکھ دیں تا کہ وہ بھی ہماری ہمنوائی میں ہو کر خاندان صفدریہ کے ایک باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں غلط راہوں میں صرف کرنے سے روکیں۔ ہم خاندان صفدریہ سے عموماً اور مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ سے خصوصاً مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ اصلاح احوال میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ کریں۔

ہم محمد عمار خان صاحب کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر وہ حقائق کو تسلیم کرنے کے بجائے صرف یہ چاہیں کہ ہم بھی ان ہی کی راہ اپنا کر ان سے بے فائدہ بحث مباحثہ میں الجھ جائیں تو ہم اس کے لئے تیار نہیں۔

المکتبۃ الرحمانیۃ
99 - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 25691

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مقام عبرت

بسم اللہ حامدا و مصلیا۔

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ ہمارے ملک کی ایک نامور علمی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انُ کے صاحبزادے محمد عمار خاں ناصر صاحب نے ''حدود تعزیرات۔ چند اہم مباحث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو پاکستان کے ایک مشہور متجدد (Modernist) جاوید احمد غامدی کے ادارے المورد نے شائع کی ہے۔ المورد کا اس کو شائع کرنا ہی حقیقت کی بہت کچھ غمازی کر دیتا ہے لیکن اندر کا مضمون تو دلی رنج والم کا موجب ہے۔

ہم نے محمد عمار صاحب کی کتاب کے کچھ ہی حصہ پر تبصرہ کیا ہے لیکن یہ ان کے انداز فکر کی نوعیت اور اس کی غلطیوں کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ شاید محمد عمار صاحب اس کو ہماری اپنے بارے میں خوش فہمی پر محمول کریں لیکن ہم پھر بھی ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات کی خامیوں پر غور کریں گے اور بالآخران کو ترک کر کے سلف صالحین اور اہل حق کی راہ علم و عمل پر دوبارہ لگ جائیں گے ؎

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

امید ہے کہ محمد عمار صاحب اپنے حق میں ہماری اس خیر خواہی کو قبول کریں گے اور ہمارے دلی رنج والم کو جس کے وہ موجب بنے ہیں مسرت سے تبدیل کریں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اس کتاب کے دیباچہ میں جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے دو باتیں تحریر فرمائی ہیں:

مولانا زاہد الراشدی کی پہلی بات

اس دیباچہ میں مولانا زاہد الراشدی صاحب نے یہ ٹھیک لکھا ہے کہ:

''اسلامی قوانین واحکام کی تعبیر وتشریح کے لئے صحیح، قابل عمل اور متوازن راستہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے اجماعی تعامل اور اہل السنہ والجماعۃ کے علمی مسلمات کے دائرہ کی بہرحال پابندی کی جائے۔'' (حدود وتعزیرات ص 9)

اس کے ساتھ مولانا نے یہ بھی لکھا ہے۔

''آج کے نوجوان اہل علم جو اسلام کے چودہ سو سالہ ماضی اور جدید گلوبلائزیشن کے ثقافتی ماحول کے سنگم پر کھڑے ہیں، وہ نہ ماضی سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں اور نہ مستقبل کے ناگزیر تقاضوں سے آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ ماضی کے علمی ورثہ کے ساتھ وابستگی برقرار رکھتے ہوئے قدیم وجدید میں تطبیق کی کوئی قابل قبول صورت نکل آئے مگر انہیں دونوں جانب سے حوصلہ شکنی کا سامنا ہے اور وہ بیک وقت قدامت پرستی اور تجدد پسندی کے طعنوں کا ہدف ہیں۔ مجھے ان نوجوان اہل علم سے ہمدردی ہے، میں ان کے دکھ اور مشکلات کو سمجھتا ہوں اور ان کی حوصلہ افزائی کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں، صرف ایک شرط کے ساتھ کہ امت کے اجماعی تعامل اور اہل السنۃ والجماعۃ کے علمی مسلمات کا دائرہ کراس نہ ہو، کیونکہ اس دائرے سے آگے بہرحال گمراہی کی سلطنت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شروع ہو جاتی ہے۔" (حدود و تعزیرات ص 13)

ہمیں مولانا مدظلہ کی اس پوری بات سے اتفاق ہے لیکن ایک عاجزانہ شکوہ بھی ہے کہ یہ دیکھنے کے باوجود کہ محمد عمار خان نے اجماعی تعامل اور اہل السنۃ والجماعہ کے علمی مسلمات کے دائرے کو کئی جگہوں سے نہ صرف تجاوز کیا ہے بلکہ ان کو ہی مشکوک بنانے کے درپے ہیں لیکن پھر بھی گمراہی پر تنبیہ کرنے کے بجائے یہ فرماتے ہیں:

"عزیزم حافظ محمد عمار خان ناصر سلمہ نے اسی علمی کاوش کا سلسلہ آگے بڑھایا ہے اور زیادہ وسیع تناظر میں حدود و تعزیرات اور ان سے متعلقہ امور و مسائل پر بحث کی ہے...... یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے ہر پہلو سے اتفاق کیا جائے۔ البتہ اس علمی کاوش کا یہ حق ضرور بنتا ہے کہ اہل علم اس کا سنجیدگی سے جائزہ لیں، بحث و مباحثہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کے مثبت و منفی پہلوؤں پر اظہار خیال کریں اور جہاں کوئی غلطی محسوس کریں، اسے انسانی فطرت کا تقاضا تصور کرتے ہوئے علمی مواخذہ کا حق استعمال کریں تاکہ صحیح نتیجے تک پہنچنے میں ان کی معاونت بھی شامل ہو جائے۔" (حدود و تعزیرات ص 13)

ہمارا خیال ہے کہ مولانا مدظلہ بحیثیت ایک ماہر عالم کے بھی اور بحیثیت والد کے بھی ہم سے زیادہ بہتر پوزیشن میں تھے کہ اپنے عزیز کو اجماعی تعامل اور اہلسنت کے علمی مسلمات کے دائرے سے تجاوز کرنے سے روکتے۔ محمد عمار صاحب اہلسنت کے علمی مسلمات کے دائرے میں رہتے اور موجودہ تقاضوں کے ساتھ ان کی تطبیق میں جو اشکال پیش آتے وہ ان کو رفع کرنے کی کوشش کرتے تو یہ البتہ مثبت کام ہوتا اور دوسرے بھی ان سے تعاون کرتے۔

محمد عمار صاحب کی اس بات سے مخالفت

لیکن جب محمد عمار خان صاحب علمی مسلمات ہی کے توڑنے کے درپے ہو گئے تو دیگر اہل علم اپنی توانائیاں محمد عمار خان کی دستبرد سے ان مسلمات کو بچانے میں لگائیں گے۔ اس طرح سے توانائیاں درحقیقت منفی طور پر استعمال ہوں گی۔

دیکھئے امت کا اس پر اجماع رہا ہے کہ قتل خطا میں حکم سو اونٹ کی دیت ہے جو شرعی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وابدی ہے اور عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔ غرض ان پر امت کا اجماعی تعامل بھی ہے اور یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے علمی مسلمات بھی ہیں۔ لیکن محمد عمار خان صاحب ان کا یا تو انکار کرتے ہیں یا ان میں تشکیک پیدا کرتے ہیں۔ پھر یہ گمراہی نہیں تو اور کیا ہے اور یہ بات انہوں نے ان لوگوں سے اخذ کی ہیں جو خود گمراہ ہیں اور اجماع کی مخالفت کرنے والوں میں نمایاں ہیں مثلاً امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی۔ ہمیں تو ایسے بے اصول لوگوں کو اہل علم میں سے شمار کرنے ہی میں تامل ہے لیکن محمد عمار خان صاحب ان کو اور ان ہی جیسے عمر احمد عثمانی کو نہ صرف معاصر اہل علم کے لقب سے ذکر کرتے ہیں بلکہ تحقیق کے نام پر ان ہی کی ترجمانی کو گویا انہوں نے اپنا مشن بنالیا ہے۔ اور یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ تو خیال ہے کہ کتاب میں اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ہوں گی۔

II- مولانا زاہد الراشدی کی دوسری بات

مولانا مدظلہ نے یہ بھی ٹھیک لکھا ہے کہ

''اس پس منظر میں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذ شریعت اور اسلامی قوانین و احکام کی تعبیر وتشریح کے حوالے سے مختلف اطراف میں جو کام ہو رہا ہے اس کے بارے میں کچھ اصولی گزارشات ضروری سمجھتا ہوں:

1- صرف قرآن کریم کو قانون سازی کی بنیاد بنانا اور سنت رسول ﷺ کو قانون سازی کا ماخذ تسلیم نہ کرنا قطعی طور پر ناقابل قبول اور خود قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔

2- سنت رسول سے مراد وہی ہے جو امت مسلمہ چودہ سو سال سے اس کا مفہوم سمجھتی آرہی ہے اور اس سے ہٹ کر سنت کا کوئی نیا مفہوم طے کرنا اور جمہور امت میں اب تک سنت کے متوارث طور پر چلے آنے والے مفہوم کو مسترد کر دینا بھی عملاً سنت کو اسلامی قانون سازی کا ماخذ تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے۔

3- ایک رجحان آج کل عام طور پر یہ بھی پایا جاتا ہے کہ سنت مستقل ماخذ قانون نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ثانوی ہے اور قرآن کریم کے ساتھ اس کی مطابقت کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ہی اسے احکام وقوانین کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بظاہر بہت خوبصورت بات ہے لیکن اس صورت میں اصل اتھارٹی سنت نہیں بلکہ مطابقت تسلیم کرنے یا نہ کرنے والے کا ذہن قرار پاتا ہے کہ وہ جس سنت کو قرآن کریم کے مطابق سمجھ لے وہ قانون کی بنیاد بن سکتی ہے اور جس سنت کو اس کا ذہن قرآن کریم کے مطابق قرار نہ دے، وہ احکام وقوانین کی بنیاد نہیں بن سکتی۔'' (حدود وتعزیرات ص 10,11)

محمد عمار صاحب کی اس بات سے مخالفت

لیکن ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں محمد عمار خان صاحب نے اس معیار کو بھی جابجا توڑا ہے جیسا کہ ہم عمار صاحب کی کچھ باتوں پر گرفت کے ضمن میں واضح کریں گے۔ علاوہ ازیں محمد عمار صاحب نے جن معاصر اہل علم کے حوالوں سے جابجا اپنی کتاب کو زینت بخشی ہے مثلاً امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی وغیرہ تو ان کے اصول وعمل سے کون واقف نہیں کہ سنت کا مطلب وہ اپنی مرضی کا بتاتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں سنت میں شمار کرتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں اس سے خارج کرتے ہیں اور اپنی تحقیق کے آگے اجماع امت کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے۔ ہماری کتابیں تحفہ غامدی اور تحفہ اصلاحی ہماری بات پر واضح دلیل ہیں۔

پھر محمد عمار صاحب نے اپنی کتاب کی تمہید میں بعض باتیں ایسی کہی ہیں جو اسلاف پر سے اعتماد کو اٹھاتی ہیں مثلاً وہ لکھتے ہیں:

1- ''اس تناظر میں اسلامی قانون کی تعبیر نو کا دائرہ کار اور بنیادی ہدف یہ ہونا چاہئے کہ وہ جدید قانونی فکر کے اٹھائے ہوئے سوالات کو لے کر دین کے بنیادی مآخذ یعنی قرآن وسنت کی طرف رجوع کرے اور اس بات کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ قرآن وسنت کی ہدایات وتصریحات سے یا ان کی متعین کردہ ترجیحات کی روشنی میں ان کے حوالے سے کیا موقف اختیار کیا جانا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی قانون کی اطلاقی تعبیر کی جو روایت پہلے سے چلی آرہی ہے اس کا جائزہ لینا بھی تعبیر نو کے اس عمل کا ایک ناگزیر حصہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔..... گویا تعبیر نو کا سوال درحقیقت اسلامی قانون کو جدید مغربی فکر کے سانچے میں ڈھالنے کا نہیں بلکہ جدید قانونی فکر کے اٹھائے ہوئے سوالات کو قرآن وسنت کے نصوص پر از سر نو غور کرنے کے لئے ایک ذریعے اور حوالے کے طور پر استعمال کرنے کا سوال ہے اور ہمارے نزدیک اس عمل میں اہل سنت کے اصولی علمی مسلمات اور فقہی منہج اور مزاج کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔'' (حدود وتعزیرات ص 17,18)

ہم کہتے ہیں

تعبیر نو سے محمد عمار صاحب کی مراد محض یہ نہیں ہے کہ سابق حکم و دلیل کو جدید الفاظ اور اسلوب میں بیان کر دیا جائے کیونکہ اس کے لئے بنیادی مآخذ کی طرف رجوع کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص میں جو اور احتمال نکلتے ہیں یا نکل سکتے ہیں یا ہیر پھیر کر کے نکالے جا سکتے ہیں ان میں سے کسی کو لے لیا جائے اگرچہ اس عمل سے امت کا اجماع ٹوٹتا رہے لیکن عمار صاحب کو اتنا اطمینان ہے کہ نسبت قرآن وسنت کی طرف رہے گی۔ محمد عمار صاحب کی عبارت کا حاصل یہی ہے جو ان کے عمل سے بھی ثابت ہے باقی تو ان کے الفاظ کی بازیگری ہے۔

ہم نے جو یہ بات ذکر کی یہ محض اٹکل نہیں ہے بلکہ محمد عمار صاحب نے اجماع امت کو اور ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو مشکوک بنانے میں جو صفحات سیاہ کئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما لیجئے۔

محمد عمار صاحب اجماع امت کے ثبوت کو مشکوک بناتے ہیں

محمد عمار صاحب لکھتے ہیں۔

''ہماری رائے میں نصوص کی تعبیر وتشریح میں اختلاف اور تنوع کی گنجائش جس قدر اسلام کے صدر اول میں تھی، آج بھی ہے اور سابقہ ادوار میں مخصوص علمی تناظر میں مخصوص نتائج کو حاصل ہونے والا قبول ورواج اس گنجائش کو محدود کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس نکتے کا وزن اس تناظر میں مزید نمایاں ہو جاتا ہے کہ مدون علمی ذخیرہ گزشتہ چودہ سو سال میں ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور اور ہر علاقے کے اہل علم تو کیا، صدر اول کے علماء وفقہا کے علمی رجحانات اور آرا کا بھی پوری طرح احاطہ نہیں کرتا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ علم وفکر سے اشتغال رکھنے اور علمی مسائل پر غور کرنے والے اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے جو نہ تو خود اپنے نتائج فکر کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کا اہتمام کرتی ہے اور نہ سب اہل علم کو ایسے تلامذہ ورفقا میسر آتے ہیں جو ان کے غور وفکر کے حاصلات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کا اہتمام کریں۔ چنانچہ صحابہ میں سے علم وتفقہ کے اعتبار سے خلفائے راشدین، سیدہ عائشہ، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، سیدنا معاویہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نہایت ممتاز ہیں اور یہ حضرات عملی مسائل کے حوالے سے رائے دینے کے علاوہ قرآن مجید کو بھی خاص طور پر اپنے تفکر وتدبر کا موضوع بنائے رکھتے تھے، تاہم تفسیری ذخیرے میں ہمیں ابن عباس اور ابن مسعود کے علاوہ دیگر صحابہ کے اقوال وآرا کا ذکر شاذ ہی ملتا ہے۔

صحابہ کے دور کے جو فتاویٰ اور واقعات ہم تک پہنچے ہیں، ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو اس وقت کے معروف علمی مراکز میں پیش آئے یا جن کی اطلاع مخصوص اسباب کے تحت وہاں تک پہنچ گئی اور آثار وروایات کی صورت میں ان کی حفاظت کا بندوبست ممکن ہو سکا۔ ان کے علاوہ مملکت کے دور دراز اطراف مثلاً یمن، بحرین اور مصر وغیرہ میں کیے جانے والے فیصلوں کی تدوین سرکاری سطح پر بھی نہیں کی گئی اور مکہ، مدینہ، کوفہ اور دمشق کی نمایاں تر علمی حیثیت کے تناظر میں اہل علم نجی طور پر بھی نسبتاً کم اہمیت کے حامل ان علاقوں کے علمی آثار کی حفاظت وتدوین کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ بعد میں مستقل اور باقاعدہ فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے تو صحابہ وتابعین کی آرا واجتہادات کا جو کچھ ذخیرہ محفوظ رہ گیا تھا، اس کو مزید چھلنی سے گزارا گیا۔ اس طرح مدون فقہی ذخیرہ سلف کے علم وتحقیق کو پوری طرح اپنے اندر سمونے اور اس کی وسعتوں اور تنوعات کی عکاسی کرنے کے بجائے عملاً ایک مخصوص دور کے ترجیح وانتخاب کا نمائندہ بن کر رہ گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کی نسبت سیدنا عمر کی فقہ کے ساتھ وہی ہے جو مجتہد منتسب کو مجتہد مطلق کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ چاروں فقہی مذاہب درحقیقت سیدنا عمر ہی کی آرا اور اجتہادات کی تفصیل پر مبنی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ازالۃ الخفاء ۲/۸۵)۔ شاہ صاحب کے اس تجزیے میں بڑا وزن ہے، تاہم یہ دیکھیے کہ خود سیدنا عمر کی بعض نہایت اہم آرا ان چاروں فقہی مذاہب میں کوئی جگہ نہیں پا سکیں۔ مثال کے طور پر سیدنا عمر بعض آثار کے مطابق غیر مسلم کو زکوۃ دینے کے جواز کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۰۴۰۶ ابو یوسف کتاب الخراج ۱۳۶) ان کے نزدیک مرتد ہونے والے شخص کو ہر حال میں قتل کر دینا ضروری نہیں تھا اور وہ اس کے لئے قید وغیرہ کی متبادل سزا کا امکان تسلیم کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۸۶۹۶۔ بیہقی، السنن الکبری، رقم ۱۶۶۶۵) ان کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی کی بیوی مسلمان ہو جائے اور خاوند اپنے مذہب پر قائم رہے تو دونوں میں تفریق ہر حال میں ضروری نہیں اور سابقہ نکاح کے برقرار رکھے جانے کی گنجائش موجود ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۰۰۸۱، ۱۰۰۸۳) یہ اور ان کے علاوہ بہت سی آرا ایسی ہیں جنہیں مذاہب اربعہ میں کوئی نمائندگی میسر نہیں آ سکی۔

اس ضمن میں ایک حیرت انگیز امر یہ ہے کہ عام علمی روایت میں اہل سنت کے دو جلیل القدر فقیہوں، امام جعفر صادق اور امام زید بن علی کی آرا و اجتہادات کو جو باقاعدہ مدون صورت میں موجود ہیں اور ان کی نسبت سے دو مستقل فقہی مکتب فکر امت میں پائے جاتے ہیں، قریب قریب کلی طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ان سے استفادے کا دائرہ محض اس وجہ سے محدود ہو گیا ہے کہ ان ائمہ کی فقہوں کی پیروی اختیار کرنے والے مکاتب فکر بعض کلامی اور سیاسی نظریات کے حوالے سے اہل سنت کے عمومی رجحانات سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک کی آرا کو ابتدائی قبولیت اسی طرح کے کسی گروہ کے ہاں حاصل ہوئی ہوتی تو آج ان کی فقہی بصیرت سے روشنی حاصل کرنے کا دروازہ بھی ہمارے لئے بند ہوتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اہل بیت کے فقہی رجحانات کی نمائندگی جس خصوصیت کے ساتھ امام جعفر صادق اور امام زید بن علی کی فقہوں میں ہوئی ہے، عام فقہی مکاتب فکر میں جن کے اخذ و استفادہ کا دائرہ دوسرے فقہائے صحابہ و تابعین تک وسیع ہے، نہیں ہو سکی اور اس تناظر میں اس ذخیرے سے صرف نظر کرنے کا رویہ زیادہ ناقابل فہم اور ناقابل دفاع قرار پاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سابقہ علمی روایات کے ظاہری نتائج اور حاصلات کو حتمی قرار دینے کا رویہ بالخصوص فقہ اور قانون کے میدان میں اس وجہ سے بھی قبول نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ذخیرہ اپنے ماخذ کے اعتبار سے فقہاے صحابہ و تابعین کی آرا اور فتاویٰ کی توضیح و تفصیل اور ان پر تفریع سے عبارت ہے اور ظاہر ہے کہ ان آرا اور فتاویٰ کا ایک مخصوص عملی پس منظر تھا جس سے مجرد کر کے ان کی درست تفہیم ممکن نہیں، جب کہ صدر اول کے ان اہل علم کی آرا کے حوالے سے جو مواد جس صورت میں ہم تک نقل ہوا ہے، اس سے یہ اندازہ کرنا کہ صحابہ اور تابعین نے کون سی متعین رائے کس استدلال کی بنیاد پر اختیار کی تھی، بالعموم ممکن نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر یہ طے کرنا بھی ممکن نہیں کہ مختلف نصوص یا احکام کے حوالے سے ان کی جو آرا بیان ہوئی ہیں، وہ آیا در پیش عملی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک 'اطلاقی تعبیر' کے طور پر پیش کی گئی تھیں یا ان میں اطلاقی صورت حال سے مجرد ہو کر نصوص کی کوئی ایسی تعبیر سامنے لانا پیش نظر تھا جو ان کی رائے میں جملہ اطلاقی امکانات کو محیط تھی۔

یہی صورت حال مدون فقہی مکاتب فکر کی ہے۔ چنانچہ امام شافعی کے علاوہ، جن کی آرا بڑی حد تک خود ان کے اپنے بیان کردہ استدلال کے ساتھ میسر ہیں۔ باقی تینوں ائمہ کے طرز استدلال کے حوالے سے چند عمومی رجحانات کی نشان دہی کے علاوہ جزوی مسائل میں ان کی آرا کے ماخذ اور مقدمات استدلال کی تعیین کے ضمن میں تیقن سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مخصوص احکام کی تعبیر و توجیہ اور ان کے ماخذ استدلال کے حوالے سے ان ائمہ کی رائے اور منشا متعین کرنے کے باب میں ان مکاتب فکر میں اختلاف، تنوع اور وسعت کی ایک پوری دنیا آباد ہے، لیکن علماء کے روایتی حلقے میں اس ساری صورت حال سے صرف نظر کرتے ہوئے مدون فقہی ذخیرے میں بیان ہونے والے 'نتائج' کو اجتہاد کے عمل میں اصل اور اساس کی حیثیت دے دی جاتی ہے، جب کہ ان نتائج کے پس منظر میں موجود استدلالی زاویۂ نگاہ کے مختلف امکانات و مضمرات اور ان عملی عوامل کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو ان کی تشکیل پر اثر انداز ہوئے ہیں۔'' (حدود و تعزیرات ص 23-20)

ہم کہتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد عمار صاحب نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی آراء و اجتہادات کو جو شیعوں کے ذریعہ سے پہنچے ہیں ان سے صرف نظر کرنے کو نا قابل فہم قرار دیا ہے۔ اس پر ان سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ کے حوالوں سے ہی بتائیں کہ سند کے اعتبار سے شیعوں کی کتابوں میں منقول ان کے اقوال کس حد تک قابل اعتماد ہیں۔

محمد عمار صاحب مجتہدین کے اجتہاد کو مشکوک بناتے ہیں

وہ لکھتے ہیں:

''اس ساری طول بیانی کا مقصد اس نکتے کو واضح کرنا ہے کہ مدون فقہی و تفسیری ذخیرہ ان آرا کی نمائندگی تو یقیناً کرتا ہے جنہیں ہماری علمی تاریخ کے ایک مخصوص دور میں امت کے نہایت جلیل القدر اہل علم نے اختیار کیا اور جنہیں مختلف سیاسی و سماجی عوامل کے تحت ایک عمومی شیوع حاصل ہو گیا، تاہم یہ ذخیرہ کسی طرح بھی قرآن و سنت کے نصوص کی تعبیر کے جملہ علمی امکانات کا احاطہ نہیں کرتا۔ اس پس منظر میں ہم پوری دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے امکانات کو مدون ذخیرے کی تنگ نائے میں محدود کر دینا کسی طرح درست نہیں ہے اور قدیم و جدید زمانوں میں مختلف فکری و عملی اثرات کے تحت وجود میں آنے والی تعبیرات کی قدر و قیمت کو خود نصوص کی روشنی میں پرکھنا اور اس طرح قانون سازی کا ماخذ زمان و مکان میں محدود اطلاقی و عملی روایت کو نہیں، بلکہ براہ راست نصوص کو قرار دینا تجدید و اجتہاد کا ایک لازمی تقاضا ہے۔

ہمارے نزدیک دور جدید میں اسلام کی علمی روایت کے احیا کے لیے قرآن و سنت پر براہ راست غور و تدبر کی ضرورت اور تفسیری، کلامی اور فقہی استنباطات و تعبیرات کا از سر نو جائزہ لینے کے امکان کو تسلیم کرنا بنیادی شرط (Pre-requisite) کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ چیز بذات خود ہماری علمی روایات کا حصہ ہے، کیونکہ وہ کوئی جامد اور بے لچک روایت نہیں، بلکہ صدیوں کے علمی و فکری ارتقا کا نتیجہ اور توسع اور تنوع کا مظہر ہے۔ ہم اس علمی روایت کا اصل ترجمان ابن حزم، رازی، ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ، انور شاہ کشمیری اور حمید الدین فراہی رحمہم اللہ جیسے اکابر کو سمجھتے ہیں جو اصولی علمی منہج کے دائرے میں رہتے ہوئے سابقہ آرا و

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعبیرات پر سوالات و اشکالات بھی اٹھاتے ہیں اور جہاں اطمینان نہ ہو، نصوص کے براہ راست مطالعہ کی بنیاد پر متبادل تعبیرات بھی پیش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم مخصوص نتائج فکر اور آرا و تعبیرات کو نہیں بلکہ اس مزاج اور شرعی نصوص اور احکام کی تعبیر کے اس اصولی منہج کو معیار سمجھتے ہیں جو اہل سنت کے ان ائمہ اور اکابر نے اختیار کیا ہے۔ بعض مخصوص اور متعین تعبیرات کو معیار قرار دینا کسی فرقے یا گروہ کے امتیاز کے لیے تو مفید ہو سکتا ہے لیکن یہ طریقہ اہل سنت کی مجموعی علمی روایت کو اپنی گرفت میں لینے سے پہلے بھی ہمیشہ قاصر رہا ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ قاصر ہی رہے گا۔" (حدود و تعزیرات ص 23,24)۔

تنبیہ: بدلتے حالات میں اور نئے مسائل کے سامنے آنے میں ہم بھی اجتہاد اور غور و فکر کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن ائمہ مجتہدین کے متعین کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں۔ اور اس کے اہل بھی وہ لوگ ہیں جو فقہ و اصول فقہ میں تبحر کے حامل ہوں اور صحیح فکر رکھنے والے ہوں۔ محمد عمار صاحب یہ منصب جاوید احمد غامدی، عمر احمد عثمانی اور امین احسن اصلاحی اور خود اپنے آپ کو بھی دینے کو تیار ہیں اور صرف اتنا ہی منصب نہیں بلکہ جیسا کہ ان کی مذکورہ بالا عبارتیں بتاتی ہیں وہ ان کو اجتہاد مطلق کے درجے میں بھی بٹھانے پر تیار ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد عمار صاحب اور دیت کی بحث

تعارف

محمد عمار خان صاحب دیت کی بحث کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں قتل عمد میں قصاص کی معافی کی صورت میں، جب کہ قتل خطا میں مطلقاً مقتول کے ورثا کو دیت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی مقدار سو اونٹ مقرر فرمائی۔ روایات سے ثابت ہے کہ دیت کی یہی مقدار اہل عرب میں پہلے سے ایک دستور کی حیثیت سے رائج چلی آ رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اسی کو برقرار رکھا۔ کلاسیکی فقہی موقف میں رسول اللہ ﷺ کی اس تقریر وتصویب کو شرعی حکم کی حیثیت دی گئی اور دیت کے باب میں سو اونٹوں ہی کو ایک ابدی معیار تسلیم کیا گیا ہے، تاہم بعض معاصر اہل علم یہ رائے رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ فیصلہ تشریعی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ آپ نے عرب معاشرے میں دیت کی پہلے سے رائج مقدار کو بطور قانون نافذ فرما دیا تھا اور زمانہ اور حالات کے تغیر کے تناظر میں دیت کے اصل مقصد کو برقرار رکھتے ہوئے اس سے مختلف قانون سازی بھی کی جا سکتی ہے۔'' (حدود وتعزیرات ص 89)

محمد عمار صاحب کا موقف

اس تعارف کے بعد آپ محمد عمار صاحب کا دیت پر پورا مضمون پڑھ جائیے، آپ کو معلوم ہو گا کہ انہوں نے بزعم خویش ان بعض معاصر اہل علم کی رائے کو جو کہ خود ان کی تصریح کے مطابق جاوید احمد غامدی، احمد عمر عثمانی اور امین احسن اصلاحی ہیں فقہا کی رائے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کے اجماع پر بھی ترجیح دینے کو اپنا اصل مقصد بنایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ محمد عمار صاحب نے ان انتہائی بے اصولے لوگوں کی وکالت کا حق ادا کر دیا ہے۔

عمار صاحب اپنی کارروائی شروع کرنے سے پہلے مقدمہ کے طور پر لکھتے ہیں:

''جہاں نبی ﷺ کے قول وفعل اور تصویب سے ثابت بہت سے احکام ابدی تشریع کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں ان کی ایسی قسم بھی موجود ہے جو اصلا قضا اور سیاسہ کے دائرے میں آتی ہیں اور جن میں زمان ومکان کے تغیر سے تبدیلی ممکن ہے۔'' (حدود وتعزیرات ص 90)

پھر عمار صاحب دوسرے مقدمہ کے طور پر یوں لکھتے ہیں۔

''اہل علم کے مابین بعض مخصوص احکام کے حوالے سے یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کو پہلی قسم کے دائرے میں رکھا جائے یا دوسری قسم کے۔ ظاہر ہے کہ فریقین اپنے اپنے نقطۂ نظر کے حق میں نصوص اور عقل وقیاس پر مبنی قرائن وشواہد پیش کرتے ہیں۔''

تنبیہ: فریقین میں سے ایک فریق تو عمار صاحب کے بقول کلاسیکی فقہاء کا ہے اور دوسرا فریق امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی اور احمد عمر عثمانی پر مشتمل ہے۔ عمار صاحب اسی دوسرے فریق کے وکیل خاص بنے ہیں اور ان ہی کے حق میں سارے مسئلے کو پھیرنے کے درپے ہیں۔ اسی لیے اگرچہ وہ یہ ذکر کرتے ہیں کہ فقہاء کا دیت کی مقدار کے شرعی ہونے پر اتفاق ہے:

''فقہاء کا عمومی زاویہ نگاہ یہ ہے کہ سورہ نساء کی آیت 92 میں قتل خطا کے احکام بیان کرتے ہوئے دیة مسلمة الی اهله (قاتل پر دیت لازم ہوگی جو مقتول کے اہل خانہ کو ادا کی جائے گی) کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ مجمل ہیں اور اپنی مقدار کی تعیین کے لئے تبیین کے محتاج ہیں جو نبی ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے سے فرما دی ہے۔

جصاص نے اس آیت میں دیۃ کو مجمل اور محتاج بیان ماننے کے بجائے یہ رائے اختیار کی ہے کہ دیت کا لفظ اپنے مفہوم اور مقدار کے اعتبار سے قرآن کے مخاطبین کے لئے پہلے سے واضح اور معروف تھا اور جب قرآن مجید نے قتل خطا کی صورت میں دیت ادا کرنے کا حکم دیا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اہل عرب کے ہاں دیت کی جو بھی مقدار معروف ہے اس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی کی جائے۔

پہلی رائے کی رو سے نبی ﷺ نے اصول فقہ کی اصطلاح میں ابتداءً تشریع کرتے ہوئے دیت کی مقدار مقرر فرمائی، جب کہ دوسری رائے کے مطابق آپ نے اہل عرب کے پہلے سے رائج معروف کی تصویب فرما کر اسے شرعی حیثیت دے دی۔'' (حدود و تعزیرات ص 90)

لیکن محمد عمار صاحب فقہاء کے اس اتفاق و اجماع کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر اول تو ایسے بن گئے جیسے کہ وہ اجماع ہی نہ ہو حالانکہ ابن المنذر (م 318ھ) اپنی کتاب الاجماع میں صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ

اجمعوا علی ان دیة الرجل مائة من الابل .(ص 137)

(فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد کی دیت سو اونٹ ہے)

اور پھر جو کچھ ہاتھ آیا اس کے ساتھ فقہاء کے قول کے زور کو توڑنے میں لگ گئے مثلاً:

i- حج میں بحالت عذر قبل از وقت سر منڈوانے کا حکم

ii- احرام کی حالت میں کسی جانور کو شکار کرنے کا حکم

اور اس کے بعد عمار صاحب یہ سمجھاتے ہیں:

''ان مثالوں سے اس اصولی سوال کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ اگر شرعی نصوص میں اس طرح کے اسلوب میں مجمل لفظ کا کوئی متعین مصداق متکلم کے پیش نظر ہو تو اس کی وضاحت ہر جگہ عقلاً شارع کی ذمہ داری ہے..... لیکن عملاً بعض معاملات میں شارع کی طرف سے وضاحت میسر ہے اور بعض میں نہیں۔ اس کا مطلب:

i- کیا یہ سمجھا جائے کہ جہاں جہاں اس کی صراحت موجود ہے وہاں تو تعیین ہی شارع کا منشاء ہے جب کہ عقل و قیاس یا عرف کی طرف رجوع شارع کی طرف سے کوئی صراحت موجود نہ ہونے کی صورت میں ہی کیا جائے گا۔

ii- یا اس کے برعکس یہ تصور کیا جائے کہ قرآن مجید میں کسی تحدید اور تعیین کے بغیر وارد ہونے والے حکم میں شارع کا اصل منشا عدم تعیین ہی ہے، جبکہ اس حکم پر عمل کے لئے نبی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کا اختیار یا تجویز کردہ کوئی مخصوص طریقہ مختلف امکانی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر امکانات کے لئے بھی گنجائش موجود ہے۔'' (حدود و تعزیرات ص 93)

محمد عمار صاحب کی غلطیاں

محمد عمار صاحب کی یہ عبارت انتہائی خطرناک غلطیوں پر مشتمل ہے۔

پہلی غلطی

اس میں انہوں نے سنت کی تشریعی حیثیت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ ان کے کہے کا حاصل یہ ہے کہ قران مجمل کی تعیین کر دے تو وہ تو شارع کی اپنی مطلوبہ مقدار ہے، بصورت دیگر تعیین اگر حدیث میں ملے تو وہ عرف کی وجہ سے ایک امکانی صورت ہے جو زمان و مکان کی تبدیلی سے دیگر ممکنہ صورتوں میں بدل سکتی ہے حالانکہ خود محمد عمار صاحب نے اپنی کتاب کے ص 98 پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا

من قتل خطأ فديته مائة من الابل

جو شخص خطا سے قتل ہو جائے اس کی دیت سو اونٹ ہے۔ (نسائی، رقم 4719)

اور اس حدیث میں ''من'' عموم کا کلمہ ہے جو زمان و مکان کی قید سے خالی ہے لہذا یہ حکم ہر زمان و مکان کے لئے ہوگا۔

دوسری غلطی

محمد عمار صاحب نے منکرین حدیث کی سی بات کہی ہے۔ منکرین حدیث جو مرکز ملت کا فلسفہ بتاتے ہیں ان کی بات کا حاصل بھی تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے کے حالات کے اعتبار سے تحدید و تعیین کی ایک امکانی صورت کو اختیار کیا اور آئندہ زمانوں میں ہر مرکز ملت اپنے حالات کو سامنے رکھ کر کسی دوسری امکانی صورت کو اختیار کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے۔ محمد عمار صاحب کی یہ بھی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ قرآن پاک یہ اعلان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد بھی رسول کی حیثیت سے تھے اور وحی کا درجہ رکھتے تھے۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (سورہ حشر: 7)

جو دے تم کو رسول لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

دیکھئے اس آیت میں خطاب صرف صحابہ سے مراد نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ سے ہے اور کہا کہ رسول جو کچھ تم کو حکم دیں اس کو لو۔ معلوم ہوا کہ رسول اپنے اجتہاد سے بھی جو حکم دیتے ہیں وہ رسول کی حیثیت سے دیتے ہیں اور پوری امت مسلمہ کے لئے اس کو اختیار کرنا لازمی ہے۔

تیسری غلطی

یہ بھی علمی مسلمات میں سے ہے کہ مقادیر میں عقل و قیاس کی کارفرمائی نہیں چلتی لیکن محمد عمار صاحب اس ضابطہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اور یہاں منکرین حدیث سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اس کو بھی ممکن مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تحدید و تعیین کے برخلاف آپ ﷺ کی زندگی ہی میں ایک شخص اپنی علیحدہ تحدید و تعیین کر سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر محمد عمار صاحب کی یہ عبارت پڑھئے:

آیت حج میں بحالت عذر قبل از وقت سر منڈوا لینے کی صورت میں روزے، صدقہ یا قربانی کا کفارہ عائد کیا گیا ہے فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ لیکن روزوں کی تعداد یا صدقے کی مقدار بیان نہیں کی گئی۔ نبی ﷺ نے کعب بن عجرہ کو یہ صورت حال در پیش ہونے پر تین روزے رکھنے یا تین صاع غلہ چھ مسکینوں میں بانٹ دینے یا ایک بکری قربان کرنے کی ہدایت کی تھی۔ جمہور فقہاء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد قرآن مجید کے بیان کی حیثیت رکھتا ہے اور شرعی طور پر اس کی پابندی لازم ہے۔ تاہم سعید بن جبیر، علقمہ، حسن بصری، نافع اور عکرمہ جیسے کبار تابعین سے اس صورت میں دس روزے رکھنے یا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دس مسکینوں کو فی کس دو مکوک صدقہ دینے کا فتویٰ مروی ہے۔ یہ فتوی ظاہر ہے کہ رائے اور قیاس پر مبنی ہے اور اگر کعب بن عجرہ کی روایت، جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں تین روزے رکھنے یا چھ مسکینوں میں تین صاع غلہ تقسیم کرنے کا حکم دیا ان حضرات کے پیش نظر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو تشریع پر محمول نہیں کرتے۔

(حدود و تعزیرات ص 91)

ہم کہتے ہیں

ان حضرات کا یہ اصول کہیں نہیں ملتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تحدید و تعیین کو تشریع پر محمول نہ کئے جانے کے جواز کے قائل ہیں بلکہ فقہاء سے عام طور سے یہ ملتا ہے کہ اگر ہمارے قیاس کے خلاف حدیث مل جائے تو ہماری بات دیوار پر دے مارو۔

غرض محمد عمار صاحب کی یہ انتہائی خطرناک باتیں ہیں لیکن وہ ہیں کہ اپنی اختیار کردہ راہ پر اندھا دھند چلتے چلے جا رہے ہیں اور ان کو نتائج و عواقب کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔

جصاص رحمہ اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب

رہی جصاص رحمہ اللہ کی بات تو محمد عمار صاحب اس کو یوں توڑتے ہیں۔

''جصاص کی یہ بات کہ دیۃ کا لفظ اپنے مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے اس مخصوص مقدار پر دلالت کرتا ہے جو قرآن مجید کے مخاطبین کے نزدیک معروف تھی عربیت کی رو سے قابل اشکال ہے۔ یہ بات اس کے لغوی مفہوم، یعنی وہ مال جو خوں بہا کے طور پر ادا کیا جائے، کی حد تک درست ہے لیکن اگر اس کی اس مخصوص مقدار کی طرف اشارہ پیش نظر ہوتا جو مخاطب کے نزدیک معروف تھی تو عربیت کی رو سے لفظ دیۃ کو معرف باللام ہونا چاہیے تھا کیونکہ اسم نکرہ کسی لفظ کے سادہ لغوی مفہوم سے بڑھ کر اس کے کسی مخصوص و متعین مصداق پر دلالت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہاں لفظ دیۃ کو نکرہ لانا درحقیقت اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اس کی کسی مخصوص مقدار کی تعیین یا اس کی طرف اشارہ سرے سے اس کے پیش نظر ہی نہیں ہے۔'' (حدود و تعزیرات ص 93,94)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں۔

محمد عمار صاحب کا جصاص رحمہ اللہ پر اعتراض بے بنیاد ہے کیونکہ:

1- نکرہ کبھی تعظیم کے لئے ہوتا ہے اس لیے دیۃ سے مراد ہے وہ بڑی اور عظیم رقم جو خون بہا کے طور پر دی جائے اور چونکہ وہ رقم معاشرے میں متعین اور مروج تھی اس لیے جصاص رحمہ اللہ نے اس کو متعین مقدار سے تعبیر کیا۔

2- عرب معاشرے میں دیت کی صرف ایک مقدار متعین نہیں تھی بلکہ مردوں کی علیحدہ مقدار تھی اور عورتوں کی علیحدہ مقدار تھی۔ دیت کی مقدار معلوم ہونے کے باوجود چونکہ اس میں تعدد تھا اس لیے دیۃ کو نکرہ لائے۔

محمد عمار صاحب اور عورت کی دیت

عورت کی دیت کے مسئلہ پر بات کرتے ہوئے محمد عمار صاحب لکھتے ہیں:

''فقہاء کم وبیش اس بات پر متفق ہیں کہ عورت قصاص کے معاملے میں تو مرد کے مساوی ہے لیکن اس کی دیت مرد کی دیت کے برابر نہیں۔ اس باب میں فقہا کے موقف کی بنیاد اصلاً صحابہ اور تابعین سے منقول فیصلوں پر ہے۔'' (حدود و تعزیرات ص 98)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور واقعتہً ایسا ہی ہے اور ابن المنذر بھی اپنی کتاب الاجماع میں لکھتے ہیں:

واجمعوا ان دية المرأة نصف دية الرجل.

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

لیکن محمد عمار صاحب یہاں بھی اجماع امت اور اہلسنت کے علمی مسلمہ کے دائرے کو کراس کرنے کے لئے خود اس علمی مسلمہ اور اجماع میں شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''تاہم خود صحابہ اور تابعین کے اس موقف کا ماخذ کیا ہے؟ یہ ایک نازک سوال

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لیے کہ جہاں تک قرآن مجید اور صحیح احادیث کا تعلق ہے تو ان میں مرد اور عورت کی دیت میں فرق کا کوئی ذکر نہیں۔ قرآن مجید میں تو دیت کی مقدار سرے سے زیر بحث ہی نہیں آئی جب کہ نبی ﷺ سے منقول مستند ارشادات یا فیصلوں میں کہیں بھی مرد اور عورت کی دیت کے مابین تفریق نہیں کی گئی بلکہ ہر جگہ کسی فرق کے بغیر انسانی جان کی دیت سو اونٹ ہی بیان کی گئی ہے۔'' (حدود و تعزیرات ص 98)

''اس باب میں نبی ﷺ کی طرف منسوب کی جانے والی روایات سب کی سب ضعیف ہیں''۔ (حدود و تعزیرات ص 100)

ہم کہتے ہیں

رسول اللہ ﷺ سے منقول احادیث ضعیف بھی ہوں لیکن سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ ؓ سے عورت کے لئے صرف نصف دیت ہی کا فیصلہ کیوں ثابت ہے اور ان میں کوئی اختلاف کیوں نہیں ہوا۔ کیا اس وقت کے عربوں میں عورت کی دیت نصف ہونے کا رواج تھا یا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی سنا تھا یا سب کا قیاس اسی نتیجہ تک پہنچا؟

محمد عمار صاحب کے سامنے بھی یہ سوال ہے۔ وہ اس کا جو جواب دیتے ہیں پہلے وہ ملاحظہ فرمایئے اور اس کی خطرناکیوں کا اندازہ کیجئے۔ محمد عمار صاحب لکھتے ہیں:

''بہرحال نبی ﷺ کے مستند ارشادات میں مرد اور عورت کی دیت میں فرق کی کوئی بنیاد موجود نہ ہونے کی صورت میں غور طلب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے ہاں اس تصور کی اساس کیا ہے؟ اگر اس کی جڑیں اہل عرب کے مخصوص معاشرتی تصورات میں پیوست ہیں تو پھر یہ بحث ایک دوسری اہم تر اور زیادہ گہری بحث سے متعلق ہو جاتی ہے۔ دیت کو مقتول کے قتل سے لاحق ہونے والے معاشی نقصان کا بدل مانا جائے یا قاتل کے لیے جرمانہ اور تاوان، دونوں صورتوں میں عورت کی دیت آدھی مقرر کرنے کے پس منظر میں اس کی جان کی قیمت کے مرد سے کم تر ہونے کا تصور کارفرما ہے۔ اگر قرآن نے اس تصور کی تائید نہیں کی اور نبی ﷺ نے بھی اس کو سند جواز عطا نہیں کی تو اس پر مبنی ایک قانون کو

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چاہے وہ اہل عرب کے معروف اور دستور ہی کی صورت کیوں نہ اختیار کر چکا ہو، صحابہ اور تابعین کے ہاں کیوں پذیرائی حاصل ہوئی؟ کیا اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ عورت کے بارے میں جاہلی معاشرت کے بہت سے تصورات اور رسوم کی اصلاح کر دی گئی، تاہم بعض تصورات ..... جن میں عورت کی جان کی حرمت اور قدر و قیمت کے حوالے سے زیر بحث تصور بھی شامل ہے۔ کی اصلاح کی کوششیں نتیجہ خیز اور موثر نہ ہو سکیں اور صحابہ و تابعین کو معروضی معاشرتی تناظر میں ایسے قوانین تجویز کرنا پڑے جن میں انہی سابقہ تصورات کی عملی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہو؟ معروضی تصورات اور حالات کی رعایت کا اصول بجائے خود درست، حکیمانہ اور نصوص سے ماخوذ ہے، لیکن اس صورت میں فقہی اجتہادات میں ایک 'مسلمہ' کی حیثیت سے مانے جانے والے اس تصور پر سوالیہ نشان کھڑا ہو جاتا ہے کہ منصوص احکام کے ساتھ ساتھ مستنبط اور اجتہادی قوانین و احکام کی وہ عملی صورت بھی جو تاریخ اسلام کے صدر اول میں اختیار کی گئی، مذہبی زاویۂ نگاہ سے ایک آئیڈیل اور معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔" (حدود و تعزیرات ص 104,105)۔

ہم کہتے ہیں:

اب مندرجہ بالا عبارت کی خطرناکیوں کو شمار کیجئے۔

پہلی خطرناکی

- محمد عمار صاحب نے اس بات کو توجہ کے قابل ہی نہیں سمجھا کہ صحابہ ﷡ نے نبی ﷺ سے عورت کی دیت کے بارے میں کچھ سنا ہوگا حالانکہ اصول فقہ اور اصول حدیث کا یہ قاعدہ و ضابطہ ہے کہ مقادیر محل اجتہاد نہیں ہیں اور یہ محض سماع پر مبنی ہیں اور ایسے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

دوسری خطرناکی

www.kitabosunnat.com

i- نبی ﷺ سے صحابہ کے سننے کو عمار صاحب نے اس وجہ سے بھی ناقابل التفات سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف عورت کی دیت سے متعلق منسوب حدیثیں سب ضعیف ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمار صاحب کے ذہن میں یہ ہوگا کہ صحابہ نے نبی ﷺ سے جب کچھ سنا ہی نہیں تو یہ حدیثیں صحابہ اور تابعین کے دور کے بعد گھڑی گئی ہوں گی۔ محمد عمار صاحب تصریح تو یہ کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ان کی بات کو لازم یہ ہے کہ یہ حدیثیں محض ضعیف نہیں بلکہ موضوع اور بناوٹی ہیں۔

حالانکہ ایک دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ صحابہ وتابعین کا عمل ان ضعیف حدیثوں کو تقویت دیتا ہے۔ محمد عمار صاحب کے ممدوح احمد عمر عثمانی کے والد گرامی مولانا ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں۔

قد يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول و ان لم يكن له اسناد صحيح (مقدمه اعلاء السنن ص 39 ج 1)

والقبول يكون تارة بالقول و تارة بالعمل عليه و لذا قال المحقق ابن الهمام في الفتح و مما يصحح الحديث ايضا عمل العلماء على و فقه. وقال الترمذی عقيب روايته حديث طلاق الامة ثنتان حديث غريب والعمل عليه عند اهل العلم من اصحاب رسول الله ﷺ وغير هم. (اعلاء السنن و حاشيه ص 40 ج 1)

ترجمہ: حدیث کو جب اہل علم نے قبول کیا ہو تو باوجودیکہ اس کی سند صحیح نہ ہو اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور قبول کرنا کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی عملی ہوتا ہے۔ اسی لیے محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا کہ علماء کا حدیث کے موافق عمل بھی حدیث کو صحیح بنا دیتا ہے۔ اور حدیث طلاق الامة ثنتان کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم صحابہ وغیرہ کا اس پر عمل ہے۔

ii- محمد عمار صاحب نے صحابہ و تابعین کے قیاس کرنے کو بھی قابل توجہ نہیں سمجھا کیونکہ ان کے بقول قرآن نے اس تصور کی تائید نہیں کی اور نبی ﷺ نے بھی اس کو سند جواز عطا نہیں کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسری خطرناکی

محمد عمار صاحب نے اس احتمال کو اختیار کیا ہے کہ صحابہ ﷺ نے اہل عرب کے دستور کی موافقت میں قانون سازی کی لیکن ساتھ ہی صحابہ اور تابعین پر دو بڑے الزام عائد کیے ہیں۔ ذرا دل کو تھام کر ان کو ایک بار پھر پڑھیے:

i- ''اگرچہ عورت کے بارے میں جاہلی معاشرت کے بہت سے تصورات اور رسوم کی اصلاح کر دی گئی، تاہم بعض تصورات ... جن میں عورت کی جان کی حرمت اور قدر و قیمت کے حوالے سے زیر بحث تصور بھی شامل ہے..... کی اصلاح کی کوششیں نتیجہ خیز اور مؤثر نہ ہو سکیں اور صحابہ و تابعین کو معروضی معاشرتی تناظر میں ایسے قوانین تجویز کرنا پڑے جن میں انہی سابقہ تصورات کی عملی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہو۔''

محمد عمار صاحب نے غور نہیں کیا کہ اس الزام اور اعتراض کی زد کس پر پڑ رہی ہے۔ یہ زد پڑ رہی ہے رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ ﷺ پر کہ صحابہ اپنے میں سے جاہلی معاشرت کے اس تصور کو دور نہ کر سکے اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو بھی کوشش کی ہو گی وہ سب غیر مؤثر اور بے نتیجہ رہی۔

ii- ''منصوص احکام کے ساتھ ساتھ مستنبط اور اجتہادی قوانین و احکام کی وہ عملی صورت جو تاریخ اسلام کے صدر اول میں اختیار کی گئی مذہبی زاویۂ نگاہ سے اس کے آئیڈیل اور معیار ہونے کی حیثیت پر سوالیہ نشان کھڑا ہو جاتا ہے۔''

تنبیہ: کوئی یہ کہے کہ محمد عمار صاحب نے یہ دو باتیں استفہام کے طور پر لکھی ہیں لہٰذا یہ ان کے نظریات نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ محض استفہام تو ان کی مراد نہیں ہے کیونکہ پھر ان کو کہنا چاہیے تھا کہ وہ ان کا جواب نہیں جان پائے۔ استفہام انکاری بھی مراد نہیں ہے کیونکہ پھر وہ ان باتوں کا جواب لکھتے۔ لہٰذا استفہام تقریری کی صورت متعین ہے یعنی یہ کہ جو باتیں استفہام کے طرز پر لکھی ہیں وہی ثابت ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد عمار صاحب کا ایک اور دعویٰ

محمد عمار صاحب لکھتے ہیں۔

''واقعہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کی دیت میں تفریق اس کے بغیر ممکن نہیں کہ خود انسانی حیثیت میں عورت کے وجود کو مرد سے فروتر اور اس کی جان کو مرد کے مقابلے میں کم قیمت قرار دیا جائے۔ ابن قیم جیسے بالغ نظر عالم بھی اس فرق کی یہی عقلی توجیہ کرنے پر مجبور ہوئے۔'' (حدود وتعزیرات ص 104)

دعوے کا جواب

ہم کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی دیت میں تفریق مذکورہ بالا توجیہ کے بغیر بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ عورت میں ایک حیثیت ہے جب کہ مرد میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت جو مرد وعورت دونوں میں یکساں طور پر مشترک ہے وہ انسانی جان کی ہے۔ اس کے اعتبار سے مرد اور عورت دیت میں بھی برابر ہیں اور قتل کی صورت میں قصاص میں بھی برابر ہیں۔ دوسری حیثیت جو صرف مرد کو حاصل ہے عورت کو نہیں وہ اس کی معاشی ذمہ داری کی ہے۔ شریعت نے عورت کو اپنا خرچہ خود کمانے کا بھی مکلف نہیں بنایا ہے جب کہ مرد پر عام حالات میں عورتوں اور نابالغ بچوں کے خرچے رکھے ہیں۔ اس حیثیت کی وجہ سے مرد کی دیت کو دگنا کیا گیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد عمار صاحب اور زنا کی سزا

محمد عمار صاحب کا موقف اور ان کی الجھن

محمد عمار صاحب لکھتے ہیں

''قرآن مجید میں زنا کی سزا دو مقامات پر بیان ہوئی ہے اور دونوں مقام بعض اہم سوالات کے حوالے سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی معرکہ آرا بحثوں کا موضوع ہیں۔

پہلا مقام سورۂ نساء میں ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا○ وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا. (4:15-16)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کرتی ہوں، ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں محبوس کر دو، یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راستہ بیان کر دیں۔ اور تم میں سے جو مرد و عورت بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوں، انہیں اذیت دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک، اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔''

سزا کی نوعیت اور حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلاً کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ ایک عبوری سزا تھی جس کی جگہ بعد میں زنا کی سزا سے متعلق حتمی احکام نے لی۔ اس لحاظ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے عملاً یہ آیت اب شریعت کے کسی مستقل حکم کا ماخذ نہیں رہی، تاہم ان آیتوں کے مفہوم کی تعیین میں مفسرین کو بڑی الجھن کا سامنا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا بیان ہوئی ہے جب کہ دوسری آیت میں زانی مرد اور عورت، دونوں کی۔ بنیادی الجھن یہ ہے کہ خواتین کی سزا کو پہلے الگ ذکر کرنے اور پھر اس کے بعد مرد و عورت، دونوں کی سزا بیان کرنے کا مقصد اور باعث کیا ہے؟'' (حدود و تعزیرات ص 123,124)

ہم کہتے ہیں

یہ ذکر کرنے کے بعد محمد عمار صاحب نے اس الجھن کے جواب میں بہت سے مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں لیکن ہر قول کو انہوں نے مخدوش قرار دیا۔

ہماری طرف سے محمد عمار صاحب کی الجھن کا جواب

ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی معاشرہ میں زنا سے متعلق دو ہی باتیں اہم ہیں:

i- شادی شدہ عورت کا زنا کرنا اور اس پر اس کے شوہر کا زنا کا الزام رکھنا۔

ii- مرد کا غیر شادی شدہ، عورت سے زنا کرنا اگرچہ وہ کنواری ہو یا بیوہ ہو یا مطلقہ ہو۔

اور ان ہی سے متعلق واقعات بھی پیش آئے جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ رہی محمد عمار صاحب کی یہ بات کہ اس وقت کے دو اہم مسئلے بدکاری کے اڈے چلانے اور یاری آشنائی کو مستقل شغل بنانے کے تھے تو یہ ان کی محض اختراع ہے کیونکہ اس وقت کے مسلمان معاشرے میں ایسی کوئی خرابی تاریخ سے یا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

قرآن اور سنت میں ان دونوں ہی کے اعتبار سے احکام دیئے گئے ہیں۔ عبوری طور پر پہلی صورت میں یہ حکم دیا کہ عدالت شوہر سے چار گواہ طلب کرے۔ اگر وہ گواہ پیش کر دے تو عدالت کے حکم پر عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں یہ حکم دیا کہ ان کا زنا ثابت ہونے پر ان کو تعزیر کی جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفسرین کے اقوال پر محمد عمار صاحب نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں وہ ہمارے دیئے ہوئے جواب پر نہیں پڑتے کیونکہ ہمارے جواب میں:

1- دونوں آیتیں الگ الگ صورتوں پر محمول ہیں۔

2- پہلی آیت میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے اوران کی بیویوں سے متعلق ہے لہٰذا حکم دینے اور سزا نافذ کرانے کا تعلق مسلمانوں کے اجتماعی نظم یعنی حاکم یا عدالت و قضا سے ہوگا۔

3- دوسری آیت میں صرف مرد زانیوں کی سزا مراد نہیں بلکہ مرد وعورت دونوں کی سزا مراد ہے۔

4- دونوں آیتوں میں جرم کا مدار چار گواہوں کے ہونے نہ ہونے پر بھی نہیں رکھا گیا۔

5- فاحشہ کے لفظ سے زنا ہی مراد لیا ہے لواطت نہیں۔

محمد عمار صاحب کا جاوید غامدی کے غلط موقف کو ترجیح دینا

محمد عمار صاحب کی سوچ کا زاویہ اگر صحیح ہوتا تو شاید وہ خود ہی ہمارے جواب تک پہنچ جاتے یا اس سے بھی بہتر جواب سوچ لیتے لیکن سوچ وفکر کا زاویہ غلط ہونے سے ان کو جاوید غامدی صاحب کا ہی فلسفہ پسند آیا ہے۔ اس لیے وہ لکھتے ہیں:

”جناب جاوید احمد غامدی نے مولانا اصلاحی کی رائے کے اس پہلو سے تو اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت زنا کے ان مجرموں سے متعلق نہیں جو کسی وقت جذبات کے غلبے میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، بلکہ دراصل زنا کو ایک عادت اور معمول کے طور پر اختیار کرنے والے مجرموں سے متعلق ہے، البتہ دونوں آیتوں کے باہمی فرق کے حوالے سے ان کی رائے یہ ہے کہ پہلی آیت کا مصداق وہ پیشہ ور بدکار عورتیں ہیں جن کے لئے زنا شب و روز کا شغل تھا، جب کہ دوسری آیت میں ایسے مردوں اور عورتوں کی سزا بیان ہوئی ہے جن کا ناجائز تعلق یاری آشنائی کی صورت میں روزمرہ کے معمول کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ ان کی رائے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر ان میں سے پہلی صورت کو 'مُسٰفِحِیْنَ' اور 'مسٰفِحٰتٍ' جب کہ دوسری صورت کو 'مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ' اور مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ' کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ہماری رائے میں آیت کی یہ تاویل اس پہلو سے قرین قیاس لگتی ہے کہ اس میں جرم کی جن دو صورتوں کو متعین کیا گیا ہے، ان کا عرب معاشرت میں پایا جانا مسلم ہے، ان کی سزا کو قانون کا موضوع بنانا بھی قابل فہم ہے اور اس سے دونوں صورتوں میں تجویز کی جانے والی الگ الگ سزاؤں کی وجہ اور حکمت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا کو موضوع بنانے کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ ورانہ بدکاری میں بنیادی کردار خواتین ہی کا ہوتا ہے اور جرم کے سد باب کے لئے اصلاً انہی کی سرگرمیوں پر پہرہ بٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مرد وعورت میں یاری آشنائی کے تعلق کی صورت میں دونوں جرم میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور دونوں ہی کی تادیب وتنبیہ کو قانون کا موضوع بنانا پڑتا ہے۔ مزید براں جہاں تک ہم غور کر سکے ہیں، آیت کے الفاظ اور سیاق و سباق میں کوئی چیز اس تاویل کو قبول کرنے میں مانع نہیں، اس لئے جب تک کوئی قابل غور اعتراض سامنے نہ آئے، یہ کہنا ممکن دکھائی دیتا ہے کہ اس تاویل کی روشنی میں آیت کی مشکل بظاہر قابل اطمینان طریقے سے حل ہو جاتی ہے۔

اوپر کی سطور میں ہم نے سورۂ نساء کی ان آیات کا جو مفہوم متعین کیا ہے، اگر وہ درست ہے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے زنا کی عبوری سزا بیان کرتے ہوئے صرف زنا کے عادی مجرموں کو موضوع بنایا ہے، جب کہ اتفاقیہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اصول تدریج کے تناظر میں اس کی حکمت واضح ہے۔ اگر کسی معاشرے میں مناسب اخلاقی تربیت کے فقدان اور زنا کے محرکات کی کثرت کے سبب سے کسی جرم کا سدباب فوری طور پر ممکن نہ ہو تو ابتدائی مرحلے پر ہلکی سزاؤں پر اکتفا کرنا اور سزا کے لئے جرم کو عادت اور معمول بنا لینے والے مجرموں پر توجہ مرکوز کرنا ہر اعتبار سے قابل فہم ہے۔'' (حدود وتعزیرات ص 134,135)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں

محمد عمار صاحب کا جاوید غامدی کے نظریہ کو ترجیح دینا مندرجہ ذیل وجوہ سے غلط ہے:

1- حدیث میں اس آیت کا حوالہ دے کر جو حکم بیان کیا گیا ہے اس میں پیشہ ور اور غیر پیشہ ور عورتوں کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

2- یہ امت کے اجماع کے خلاف ہے۔

3- آیت میں مِنكُمْ سے مراد مسلمان ہیں اور یہ بعید ہے کہ ایک انتہائی صالح مسلمان معاشرہ میں جس کی تربیت رسول اللہ ﷺ کر رہے ہوں اس میں ایسے مسلمان افراد بھی ہوں جو بدکاری کے اڈے چلا رہے ہوں یا جن کا ناجائز تعلق یاری آشنائی کی صورت میں روز مرہ کے معمول کی صورت اختیار کر چکا ہو۔ غرض کوئی بھی باغیرت مسلمان اس تصور کو اپنے دل و دماغ میں جگہ نہیں دے سکتا۔ لیکن غامدی صاحب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے بمصداق یوں دھونس جماتے ہیں ''یہی وہ چیز ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ آیت ہماری تفسیروں میں ایک لانحل معما بنی ہوئی ہے''۔ (میزان ص 287)

4- یہ آیتیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور صحابہؓ کے دور میں بھی تھیں اور اس وقت بھی یہ کچھ معنی رکھتی تھیں۔ ان کا جو معنی و ترجمہ عمار صاحب یا غامدی صاحب کر رہے ہیں کیا یہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا تھا یا صحابہ نے سمجھا تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا یہ مذموم تفسیر بالرائے کا مصداق نہیں بن جاتی۔

5- غامدی صاحب خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''ان (الفاظ) کا اسلوب دلیل ہے کہ یہ قحبہ عورتوں کا ذکر ہے۔ اس صورت میں اصل مسئلہ چونکہ عورت ہی کا ہوتا ہے اس لیے مرد زیر بحث نہیں آئے''۔ (میزان ص 287)

اور آیت میں جو چار گواہ طلب کرنے کا حکم ہے تو ''وہ اس بات کے گواہ ہوں کہ وہ فی الواقع

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

زنا کی عادی قحبہ عورتیں ہی ہیں۔" (میزان ص 287)

ہم کہتے ہیں کہ وَالَّذٰنِ يَاتِيَانِهَا کا اسلوب بھی بعینہ اسی طرح کا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے لئے قحبہ ہونا اور پیشہ ور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ان الفاظ کا ترجمہ وہ یہ کرتے ہیں "وہ مرد و عورت جو یہ برائی کریں۔"

اب معلوم نہیں کہ غامدی صاحب نے واقعی خود بھی آیت کے ترجمہ میں ترمیم کر کے اس کی وضاحت میں یہ قید بڑھائی ہے کہ "جن کا ناجائز تعلق یاری آشنائی کی صورت میں روزمرہ کے معمول کی صورت اختیار کر چکا ہو"۔ یا یہ محمد عمار صاحب کے قلم کی فنکاری ہے۔

غرض اگر غامدی صاحب نے ایسا کچھ نہیں کیا تو غامدی صاحب پر یہ اعتراض ہے کہ ایک ہی اسلوب کے باوجود ترجمہ کا فرق بے بنیاد ہے اور محمد عمار صاحب پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے من گھڑت بات کو غامدی صاحب سے منسوب کر دیا اور اگر غامدی صاحب یہ قید لگاتے ہیں تو وہ قرن اول کے اسلامی معاشرہ پر ایک اور الزام کا اضافہ کرتے ہیں۔

زنا کی سزا

محمد عمار صاحب لکھتے ہیں:

"اس عبوری سزا کے بعد زنا کی حتمی سزا سورہ نور میں بیان کی گئی۔ ارشاد ہوا ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَاخُذْكُمْ بِهِمَا رَافَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (سورہ نور: 2)

زانی عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر فی الواقع ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان دونوں کے ساتھ ہمدردی دکھانے کا جذبہ تم پر حاوی نہ ہو جائے۔" (حدود و تعزیرات ص 136)

پھر لکھتے ہیں

سورہ نور کی یہ آیت اپنے ظاہر کے لحاظ سے حکم کے جن اہم پہلوؤں پر دلالت کرتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے انہیں درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

ایک یہ کہ یہاں حکم زنا کی ان مخصوص صورتوں تک محدود نہیں رہا جو عبوری سزا کا موضوع بنی تھیں، بلکہ اتفاقیہ زنا کا مرتکب ہونے یا اسے عادت اور معمول بنا لینے کے پہلو سے مجرد کرتے ہوئے فی نفسہ زنا کے جرم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس طرح یہ حکم اپنے دائرہ اطلاق کے اعتبار سے زنا کی تمام صورتوں کو شامل اور اس میں بیان ہونے والی سزا زنا کی ہر صورت پر یکساں قابل نفاذ ہے۔

دوسرے یہ کہ قرآن نے نفس زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے مجرم کی ازدواجی حیثیت کو بھی موضوع نہیں بنایا اور زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس زنا کے ارتکاب پر ہر طرح کے زانی کو چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بس یہی سزا دینا چاہتا ہے......

تیسرے یہ کہ نفس زنا کی سزا کے بیان کو قرآن نے چونکہ یہاں خود موضوع بنایا ہے، اس لیے یہ سزا کسی کمی بیشی کے بغیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے۔ جرم کی نوعیت اور اس کی سنگینی اگر تقاضا کرے تو یقیناً مجرم کو اس کے علاوہ کوئی مزید سزا بھی دی جا سکتی ہے.....

سورہ نساء کی آیت میں زنا کے جن عادی مجرموں کے لئے عبوری سزا بیان کی گئی ان کا جرم چونکہ زنا کے عام مجرموں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ سنگین تھا اور ان میں سے بالخصوص یاری آشنائی کا تعلق رکھنے والے بدکار جوڑے اس عرصے میں توبہ و اصلاح کا موقع دیے جانے کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آئے تھے اس لئے عام مجرموں کے برخلاف زنا کے یہ عادی مجرم بدیہی طور پر اضافی سزاؤں کے بھی مستحق تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان پر جلا وطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

......ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی..... تو آپ نے فرمایا مجھ سے لے لو۔ اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے راہ پیدا کر دی ہے۔ شادی شدہ زانی شادی شدہ زانیہ کے ساتھ ہے اور کنوارا زانی کنواری زانیہ کے ساتھ۔ شادی شدہ کو سو کوڑے مارنے کے بعد سنگسار کیا جائے جب کہ کنوارے کو سو کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے۔

سورہ نساء کی زیر بحث آیت کے حوالے سے ہم جناب جاوید احمد غامدی کی اس رائے کا ذکر کر چکے ہیں کہ یہاں زنا کے عام مجرم نہیں بلکہ صرف عادی مجرم زیر بحث ہیں۔ اگر یہ رائے درست ہے تو پھر عبادہ بن صامت کی زیر بحث روایت بھی زنا کے عام مجرموں سے متعلق نہیں، بلکہ جیسا کہ خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا کے الفاظ سے واضح ہے، قحبہ عورتوں اور ان زانیوں سے متعلق قرار پائے گی جن کے ہاں یاری آشنائی ایک مستقل تعلق کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اگر ایسے مجرموں میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں تفریق کرنے اور قرآن مجید میں بیان کردہ سو کوڑوں کی سزا کے علاوہ جلا وطنی اور رجم کی اضافی سزائیں دینے کا حکم دیا گیا ہو تو اس سے قرآن مجید کے ساتھ تعارض کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کسی قسم کے اضافی پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے نفس زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ تاہم صدر اول سے اہل علم کی غالب ترین اکثریت کا نقطۂ نظر یہ رہا ہے کہ عبادہ بن صامت کی روایت اور اس کے علاوہ جلا وطنی اور رجم کی سزا سے متعلق دیگر روایات زنا کے عام مجرموں ہی سے متعلق ہیں اور متعدد روایات سے بظاہر اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ اس رائے کے مطابق ان اضافی سزاؤں کو ہر طرح کے زانی پر قابل اطلاق مانا جائے تو یہ بات بظاہر قرآن مجید کے مدعا سے متجاوز قرار پاتی ہے۔" (حدود وتعزیرات 138-135)

اس عبارت میں محمد عمار صاحب کی غلطیاں

محمد عمار صاحب کی یہ طویل عبارت بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے جو یہ ہیں:

پہلی خرابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے جن افراد کو رجم کی سزا دی یہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے ان کو سو کوڑوں کی بھی سزا دی ہو حالانکہ محمد عمار صاحب کے نظریہ کے مطابق سو کوڑے ان کی سزا کے لازمی جزو ہوتے ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ ''نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان پر جلا وطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں۔''

دوسری خرابی

اسی طرح یہ بھی نہیں ملتا کہ ان افراد کو رسول اللہ ﷺ نے پہلے سو کوڑوں کی سزا دی ہو یا تعزیر کی ہو لیکن ''وہ توبہ و اصلاح کا موقع دیئے جانے کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آئے تھے۔''

تیسری خرابی

محمد عمار صاحب نے لکھا کہ ''قرآن نے زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس زنا کے ارتکاب پر ہر طرح کے زانی کو چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بس یہی سزا دینا چاہتا ہے''۔ اس پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نفس زنا پر سزا دینے میں شادی کے ہونے نہ ہونے کا اعتبار نہیں کرتے تو اضافی سزاؤں میں وہ اس کا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟ کیا ایک جگہ ان کے درمیان فرق کا باعث دوسری جگہ ان میں فرق کا باعث نہیں بن سکتا؟

چوتھی خرابی

رجم کی سزا کا تعلق جب فحبہ عورتوں اور ان زانیوں سے متعلق ہے جن کے ہاں یاری آشنائی ایک مستقل تعلق کی صورت اختیار کر چکی تھی تو اس کو یہ لازم ہوگا کہ ماعز رضی اللہ عنہ اور غامدیہ خاتون رضی اللہ عنہا توبہ توبہ انتہائی بدکردار لوگ تھے جنہوں نے توبہ و اصلاح کا موقع دیے جانے کے باوجود اپنی روش نہ بدلی تھی۔ محمد عمار صاحب نے اس بات کو اس طریقہ سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پیش کیا ہے کہ یہ نتیجہ ان کو بس لازم ہی ہو ورنہ ان کے ممدوح اہل علم امین احسن اصلاحی اور حمید الدین فراہی تو ماعز ﷛ کے بارے میں التزام کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھتے ہیں کہ ''اس کی بد اخلاقی حد سے بڑھی ہوئی تھی'' اور ''یہ ایک نہایت بد خصلت غنڈا تھا۔''

پانچویں خرابی

محمد عمار صاحب کی بات سے رسول اللہ ﷺ کے دور کی اسلامی ریاست کا جو تصور بنتا ہے وہ ایسا ہے کہ اس میں قحبہ عورتوں کے اڈے قائم ہیں اور مستقل یاری و آشنائی کے مواقع حاصل ہیں اور ان کو ختم کرنے کی اس ریاست میں کچھ طاقت نہیں کیونکہ یہ نہیں ملتا کہ رسول اللہ ﷺ نے قحبہ عورتوں کے اڈے ختم کرائے ہوں۔

چھٹی خرابی

محمد عمار صاحب نے لکھا ہے کہ ''زنا کے یہ عادی مجرم بدیہی طور پر اضافی سزاؤں کے بھی مستحق تھے چنانچہ ان کے بارے میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان پر جلا وطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں'' یہاں عمار صاحب نے متعین اضافی سزاؤں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہدایت (Instruction) بتایا ہے اور چونکہ اس ہدایت میں کوئی قید نہیں ہے لہٰذا ان کی بات کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ عادی مجرموں پر ہر حال میں اضافی سزا نافذ کی جائے گی اور چونکہ وہ اضافی سزا متعین بھی ہے لہٰذا وہ حد کے طور پر ہے تعزیر کے طور پر نہیں اور اس میں کمی بیشی بھی ممکن نہیں۔

محمد عمار صاحب کی قلابازی

لیکن محمد عمار صاحب جلا وطنی کی سزا پر کلام کرتے ہوئے اپنی اس بات کے تمام تقاضوں کو بھول گئے اور کچھ اور ہی کہنے لگے۔ لکھتے ہیں:

''فقہائے احناف...... کی رائے میں جلاوطنی کی سزا محض ایک تعزیری سزا ہے اور اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نفاذ کا مدار قاضی کی صوابدید پر ہے……

بہر حال، استدلال کی اس کمزوری کے باوجود احناف کا یہ موقف فی نفسہ درست ہے اور سورہ نور کی آیت کے علاوہ دیگر دلائل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سورہ نساء کی آیت 25……

چونکہ قرآن مجید نے لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں سے نصف بیان کی ہے اس لیے اگر جلا وطن کرنا آزاد عورتوں کی سزا کا لازمی حصہ ہوتا تو قرآن مجید کے مذکورہ حکم کی رو سے لونڈیوں کو بھی چھ ماہ کے لئے جلا وطن کرنا ضروری ہوتا……

زانی کو جلا وطن کرنے کی احادیث کو روایت کرنے والے بعض صحابہ کے اسلوب بیان سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ وہ اس سزا کو اصل حد کا حصہ نہیں، بلکہ ایک اضافی سزا سمجھتے ہیں……

”گویا جلا وطن کرنا فی نفسہ زنا کی مستقل اور باقاعدہ سزا نہیں ہے، بلکہ اسے جرم کی نوعیت اور حالات کی مناسبت کے لحاظ سے اصل سزا کے ساتھ تعزیری طور پر شامل کیا جا سکتا ہے، اور اسی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مجرم کو جلا وطن کرنے میں بہتری کے بجائے فساد کا خدشہ ہو تو اسے جلا وطن نہ کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی کی رائے یہ نقل ہوئی ہے کہ زانی مرد و عورت کو جلا وطن کرنا فتنہ ہے، یعنی اس سے ان کی اصلاح کے بجائے مزید برائی میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ (حدود و تعزیرات 141-138)

ہم کہتے ہیں

1- فقہائے احناف تو کسی بھی کنوارے مرد کے لئے زنا کی حد سو کوڑے مانتے ہیں اور حدیث میں جس جلا وطنی کا ذکر ہے اس کو تعزیر پر محمول کرتے ہیں جب کہ محمد عمار صاحب اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث میں مذکور جلا وطنی کی سزا ان کنوارے مرد و عورت کے لئے ہے جو پکے بدکردار ہوں۔ اور اس کو نافذ کرنے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کی تھی جس کی وجہ سے وہ پکے بدکردار کنوارے مرد و عورت زانی کے لئے حد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب کہ تعزیر اور اس کی مقدار تو حاکم و عدالت کی صوابدید پر ہوتی ہے۔ اتنے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بڑے فرق کے ہوتے ہوئے محمد عمار صاحب نہ جانے کیوں فقہائے احناف کے موقف کو درست کہتے ہیں۔

ممکن ہے کہ محمد عمار صاحب کہیں کہ انہوں نے فقہائے احناف کے موقف کو صرف اس اعتبار سے درست کہا ہے کہ اتفاقیہ زنا میں ملوث ہونے والے مرد کو جرم کی نوعیت اور حالات کی مناسبت کے لحاظ سے اصل سزا کے ساتھ تعزیر کے طور پر ایک سال کے لئے جلا وطنی کی سزا تجویز کی جا سکتی ہے۔ باقی رہی پکے بدکرداروں کی سزا تو جلا وطنی کی سزا اس کا ایک حصہ ہے جو بہر حال لازمی ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ:

(ا) فقہائے احناف بھی اور محمد عمار صاحب بھی دونوں ایک ہی حدیث سے اپنا اپنا مطلب نکال رہے ہیں اور دونوں کے مطلب میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو محمد عمار اپنے موقف سے متضاد موقف کو کیسے درست کہتے ہیں۔

(ب) محمد عمار صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''قرآن نے نفس زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے جرم کی ازدواجی حیثیت کو بھی موضوع نہیں بنایا اور زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس زنا کے ارتکاب پر ہر طرح کے زانی کو چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ بس یہی سزا دینا چاہتے ہیں۔''

یہ ظاہر بات ہے کہ شادی شدہ شخص اگر زنا کرے تو غیر شادی شدہ کے مقابلہ میں اس کے جرم کی نوعیت بڑھ جاتی ہے لیکن محمد عمار صاحب کہتے ہیں کہ ''زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے ہیں۔'' محمد عمار صاحب کے اس نظریہ کے مطابق تو چاہے کیسے ہی حالات ہوں اور جرم کی نوعیت بھی خواہ کیسی ہی ہو کنوارے مرد زانی کی سزا بس سو کوڑے ہی ہو۔ فقہائے احناف اس پر جلا وطنی کی سزا کو بڑھاتے ہیں تو محمد عمار صاحب اس کو کیسے درست مانتے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(ج) محمد عمار صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ زائد سزا اصل سزا کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ان کی عبارت یہ ہے۔''قرآن نے ہر قسم کے زانی کے لئے زنا کی سزا صرف سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نزدیک اصل سزا یہی ہے۔اب اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی اضافی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی زائد سزا بیان کی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ حد نہیں بلکہ ایک تعزیری سزا ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اُسے اصل سزا کا لازمی حصہ تصور کرتے ہوئے قرآن کی بیان کردہ سزا کے ساتھ مساوی طور پر لازم مانا تو یہ بات قرآن کے صریح بیان کو ناکافی قرار دینے کے مترادف ہے''۔(حدود وتعزیرات ص 134,155)

ii- محمد عمار صاحب نے لکھا کہ ''اگر مجرم کو جلا وطن کرنے میں بہتری کے بجائے فساد کا خدشہ ہو تو اسے جلا وطن نہ کیا جائے۔'' ان کی اس بات کو لے کر ہم کہتے ہیں کہ پکے بدکردار غیر شادی شدہ مرد وعورت زانی کی جلا وطنی میں بہتری کے بجائے فساد کا خدشہ ہو تو کیا خدائی ہدایت کے باوجود اس کو جلا وطن نہ کیا جائے گا۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر عورت کو جلا وطن کیا جائے گا تو اس سے پیدا ہونے والے مسائل سے کیسے نبرد آزما ہوا جائے گا۔اگر جلا وطنی کے بجائے تاویل کر کے اس کو قید کرنے پر محمول کیا جائے تو محمد عمار صاحب نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے لیکن اتنی بات ظاہر ہے کہ ایسے بدکردار لوگوں کے لئے قید کے مقابلہ میں جلا وطنی آسان ہوتی ہے اور وہ نئی جگہ پر بھی بہت جلد اپنا مشغلہ دوبارہ جاری کر لیتے ہیں۔اسی لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو فتنہ کہا۔تو کیا خدائی ہدایت کے برخلاف ان کو جلا وطنی سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی اور اپنی عقل سے خدائی سزا کو بدل دیا جائے گا۔

ساتویں خرابی

محمد عمار صاحب نے لکھا ہے''عام مجرموں کے برخلاف زنا کے یہ عادی مجرم بدیہی طور پر اضافی سزاؤں کے بھی مستحق تھے چنانچہ ان کے بارے میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طرف سے ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان پر جلا وطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں۔"

ہم کہتے ہیں

محمد عمار صاحب کی اس بات پر وہ سب اعتراض پڑتے ہیں جو انہوں نے رجم کی سزا کے عنوان کے تحت امین احسن اصلاحی پر وارد کئے ہیں مثلاً

"اس امر کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں کہ یہ توجیہ رجم سے متعلق تمام روایات پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی کیونکہ اس توجیہ کی رو سے یہ محض زنا کے سادہ مقدمات نہیں تھے بلکہ ان میں سزا پانے والے مجرموں کو درحقیقت آوارہ منشی اور بدکاری کو ایک پیشے اور عادت کے طور پر اختیار کر لینے کی پادرش میں آیت محاربہ (یا بقول عمار صاحب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث) کے تحت رجم کیا گیا۔ اب اگر آیت محاربہ کو (یا مذکورہ حدیث کو) رجم کا ماخذ مانا جائے تو یہ ضروری تھا کہ احساس ندامت کے تحت اپنے آپ کو خود قانون کے حوالے کرنے والے مجرم سے درگزر کیا جائے یا کم از کم سنگین سزا دینے کے بجائے ہلکی سزا پر اکتفا کیا جائے جب کہ قبیلہ غامد سے تعلق رکھنے والی خاتون کو خود عدالت میں پیش ہونے اور سزا پانے پر خود اصرار کرنے کے باوجود رجم کیا گیا......

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا اِلہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاثہ النفس بالنفس و الثیب الزانی و المارق من الدین التارک للجماعة. (بخاری)

کسی مسلمان کی جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں جان لینا تین صورتوں کے سوا جائز نہیں: جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور وہ شخص جو دین سے نکل کر مسلمان کی جماعت کا ساتھ چھوڑ دے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں شادی شدہ کے لئے رجم کی سزا بیان کی گئی ہے اور روایت میں اسے عادی مجرموں کے ساتھ مخصوص قرار دینے کا کوئی قرینہ بظاہر موجود نہیں۔ یہی صورتحال مزدور کے مقدمے میں دکھائی دیتی ہے اور روایت کے داخلی قرائن یہی بتاتے ہیں کہ یہ کوئی مستقل یاری آشنائی کا نہیں بلکہ اتفاقیہ زنا میں ملوث ہو جانے کا ایک واقعہ تھا۔'' (حدود و تعزیرات ص 164)

آٹھویں خرابی

حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی اور جاوید غامدی صاحبان نے بے چارے ماعز رضی اللہ عنہ کو اپنی تحقیق میں بہت بڑے گناہ کا مرتکب اور بد خصلت غنڈا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ محمد عمار صاحب بھی اسی گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے ہیں تو وہ کیوں پیچھے رہتے اس لیے وہ بھی یہ فرماتے ہیں۔

> ''ماعز اسلمی کے جرم کی نوعیت اور ان کے نبی ﷺ کی عدالت میں خود پیش ہونے یا پکڑ کر لائے جانے کے حوالے سے روایات الجھی ہوئی ہیں اور تفصیلی تحقیق وتنقید کا تقاضا کرتی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق ماعز کو رجم کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس سے اس کا ایک عادی مجرم ہونا واضح ہوتا ہے۔'' (حدود وتعزیرات ص 163,164)

محمد عمار صاحب نے کچھ غور نہیں کیا کہ وہ تفصیلی تحقیق کے بغیر ہی ایک نیک نفس کے بارے میں کیا کہہ گئے ہیں۔ کسی مسلمان پر اور وہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف تھا اور جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک جماعت کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو اس کی نجات کے لئے کافی ہو جائے۔'' پوری تحقیق کے بغیر اتنا بڑا بہتان لگانا اور بدظنی کرنا کیا خود ایک بڑا گناہ اور بری خصلت نہیں ہے۔

بہتان کی حقیقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب اس بہتان اور الزام کی حقیقت جاننے کے لئے نبی ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے:

قال فرجمه ثم خطب فقال الا كلما نفرنا غازين في سبيل الله خلف احدهم له نبيب كنبيب التيس يمنحاحدهم الكثبة اما والله ان يمكنني من احدهم الا نكلته عنه.

اس کو رجم کیا پھر نبی ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا آگاہ ہو جب بھی ہم اللہ کے رستے میں غزوے کے لئے نکلتے ہیں ان لوگوں میں سے کوئی پیچھے رہ جاتا ہے اور شہوت زدہ بکرے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ وہ تھوڑے سے دودھ کی بخشش کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے ایسے شخص پر قدرت دی تو میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ثم قال رسول الله ﷺ خطيباً من العشى فقال أو كلما انطلقنا غزاة في سبيل الله تخلف رجل في عيالناله، نبيب كنبيب التيس علىٰ ان لا اوتى فعل ذلك إلا نكلت به.

پھر شام کے وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جب بھی ہم اللہ کے رستے میں غزوے کے لئے نکلتے ہیں تو کوئی شخص ہمارے عیال میں پیچھے رہ جاتا ہے وہ شہوت زدہ بکرے کی طرح بولتا ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ ایسا شخص جب بھی میرے پاس لایا جائے گا میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔

ان حدیثوں سے جو تصویر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب مسلمان کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو کچھ منافقین پیچھے رہ جاتے اور مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال کے پردے میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں ان کے پاس لے جاتے اور بعض اوقات دبے لفظوں میں کچھ بے حیائی کے کلمات کہہ دیتے۔ ماعز رضی اللہ عنہ کو چونکہ رجم کیا گیا تھا جو خود

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبرتناک سزا ہے اس کی مناسبت سے نبی ﷺ نے تنبیہ فرما دی کہ منافقین ایسی حرکتوں سے باز آ جائیں ورنہ ان کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔ نبی ﷺ کی حکومت اتنی کمزور نہیں تھی اور یہ منافق اتنے جری نہیں تھے کہ اعلانیہ لوگوں کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈال سکیں اور کھلم کھلا زنا بالجبر کر سکیں۔ وہ تو بس دبے لفظوں میں کچھ بے حیائی کے کلمات کہہ دیتے تھے لیکن نبی ﷺ نے ان کی معمولی بے حیائی کو بھی برداشت نہیں کیا اور تنبیہ فرما دی۔

زنا کی سزا کی ترتیب

محمد عمار صاحب کی ترتیب

جو ترتیب محمد عمار صاحب دیتے ہیں وہ یہ ہے

i- سب سے پہلے سورہ نساء میں قحبہ عورتوں اور پکے بدکردار لوگوں کے بارے میں عبوری حکم نازل ہوا۔

ii- پھر سورہ نور کی شروع کی دوسری آیت میں نفس زنا کی سزا سو کوڑے مذکور ہوئی۔

iii- پھر عبادہ بن صامت ﷺ کی حدیث میں قحبہ عورتوں اور پکے بدکردار لوگوں کے لئے اضافی سزا بیان کی گئی جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے کی۔

ہم کہتے ہیں

1- اس ترتیب پر ہم بطور تبصرہ محمد عمار صاحب کی وہ بات کچھ ترمیم کے ساتھ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی بات کے جواب میں لکھی ہے:

> "اور اگر خود قرآن کا منشا وہی ہے جو (حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کی) روایت میں بیان ہوا ہے تو وہی سوال عود کر آتا ہے کہ قرآن خود صاف لفظوں میں اس کی تصریح کیوں نہیں کرتا اور اس کے لئے ایک جگہ زنا کی سزا مطلقا سو کوڑے مقرر کرنے اور دوسری جگہ (جلاوطنی اور رجم کی سزا کو حدیث کے حوالہ کرنے) کا پر پیچ طریقہ کیوں اختیار کرتا ہے۔
>
> (حدود و تعزیرات ص 161)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- پھر ہم کہتے ہیں کہ اس ترتیب کا سارا دارومدار سورہ نساء کی آیتوں کے اس ترجمہ پر ہے جو عمار صاحب نے امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی کی تقلید میں اختیار کیا ہے حالانکہ خیر القرون میں بھی اور بعد کے زمانوں میں بھی آیت کا یہ ترجمہ اور مطلب کبھی نہیں کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محمد عمار صاحب کے نزدیک امت کے اب تک مفسرین کو قرآن کی اس آیت کا مطلب نہیں سوجھا اور وہ ایک عظیم غلطی میں مبتلا رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ امت کے حق میں انتہائی خوفناک ہے۔ کہ وہ ایک اہم مسئلہ میں گمراہی کا شکار رہی اور ایسے ہی قرآن پاک کے حق میں بھی کہ وہ ایسا چیستان ہے کہ صرف جاوید احمد غامدی اور محمد عمار جیسے صاحب اسلوب لوگ ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں نہ صحابہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی تابعین۔

ہماری ترتیب

محمد عمار صاحب کی بتائی ہوئی ترتیب کے برخلاف ایک ترتیب وہ ہے جو ہم دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس پر وہ اعتراض نہیں پڑیں گے جو محمد عمار صاحب نے دوسروں پر وارد کیے ہیں یا جو ہم نے ان پر لگائے ہیں۔ ہماری ترتیب میں تین مرحلے ہیں:

پہلا مرحلہ:

اس مرحلہ میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں

وَ الّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا (سورہ نساء: 15)

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیویوں میں سے سو تم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کر لو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجویز فرمادیں۔

وَ الَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (سورہ نساء: 16)

اور وہ مرد و عورت جو تم میں سے یہ برائی کریں انہیں ایذاء پہنچاؤ۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ان دو آیتوں سے دو حکم ملے۔

1- اگر شوہر بیویوں پر زنا کا الزام رکھیں اور ان کے جرم پر چار گواہ بھی لے آئیں تو آئندہ حکم آنے تک ان کو گھروں میں محبوس رکھا جائے۔

2- مرد اور غیر شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان کو مناسب تعزیر کی جائے۔

دوسرا مرحلہ

اس مرحلے میں دوسرا حکم سنت و حدیث میں دیا گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت ﷛ سے نقل ہے:

قال رسول الله ﷺ خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة و نفي سنة و الثيب جلد مائة و الرجم.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان زنا کار بیویوں کے لئے (اور ان سے ملوث مردوں کے لئے) ضابطہ مقرر فرما دیا ہے۔ غیر شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ عورت سے بدکاری میں سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔ (یہی حکم ان مردوں اور عورتوں کا ہے جن کا نکاح ہو چکا ہو لیکن صحبت نہ ہوئی) اور شادی شدہ مرد کی شادی شدہ عورت (جو صحبت بھی کر چکے ہوں۔ ان) کی بدکاری سے سو کوڑے اور رجم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث وسنت سے اس بیوی کا حکم بھی معلوم ہوا جس سے صحبت ہو چکی ہو پھر اس نے زنا کیا اور شوہر نے اس پر چار گواہ قائم کر دیئے ہوں کہ اس کی سزا رجم ہے۔

تیسرا مرحلہ

تیسرے درجہ میں سورہ نور کی آیات نازل ہوئیں۔ان کے ساتھ ہی رجم سے متعلق آیت بھی نازل ہوئی۔ان آیات میں مندرجہ ذیل احکام ملے۔

1- شوہر بیوی پر زنا کا الزام رکھے لیکن چار گواہ پیش نہ کر سکے تو لعان ہوگا۔

2- الزانية والزاني کے الفاظ سے غیر شادی شدہ کا حکم بتایا کہ اس کی سزا صرف سو کوڑے ہے اور ایک سالہ جلاوطنی کو منسوخ کر دیا گیا۔

3- رجم کی آیت بھی نازل ہوئی جس سے رجم کی سزا کو برقرار رکھا گیا اور سو کوڑوں کی سزا کو منسوخ کر دیا گیا۔ بعد میں اس آیت کے الفاظ منسوخ کر دیئے گئے۔

عن ابن عباس قال قال عمر بن الخطاب و هو جالس علی منبر رسول الله ﷺ ان الله قد بعث محمدا ﷺ بالحق و انزل علیه الکتاب فکان مما انزل علیه آیة الرجم قرأنا ها و وعینا ها وعقلناها فرجم رسول الله ﷺ و رجمنا بعده فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل ما نجد الرجم فی کتاب الله فیضلوا بترک فریضة انزلها الله و ان الرجم فی کتاب الله حق علی من زنی اذا احصن من الرجال و النساء اذا قامت البینة. (رواه مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) رسول اللہ ﷺ کے منبر پر بیٹھ کر فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا اس میں سے آیت رجم بھی تھی جس کو ہم نے پڑھا اور یاد کیا اور سمجھا (لیکن چونکہ اس کے الفاظ منسوخ ہونے تھے اس لیے نبی ﷺ نے ان کو لکھوایا نہیں) اور رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کی سزا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دی اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کی سزا دی۔ مجھے ڈر ہے کہ (قرآن میں لکھے نہ ہونے کے باعث) کچھ زمانہ گزرنے پر لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے اور اس طرح اللہ کے اتارے ہوئے فریضہ کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں۔ اور یہ (بھی جان لو) کہ کتاب الٰہی میں رجم ثابت ہے اس شخص پر جو شادی شدہ مرد ہو یا عورت زنا کرے جب کہ گواہ قائم ہو جائیں (یا وہ خود اعتراف کر لے)۔

تنبیہ: سورہ نساء کی آیتوں کا غلط مفہوم نکالنے اور زنا کی سزا میں ہماری بتائی ہوئی ترتیب کو اختیار نہ کرنے کی وجہ سے محمد عمار صاحب یا تو خود تردد میں مبتلا ہو گئے ہیں یا ایسا صرف ظاہر کرتے ہیں تا کہ اپنے نظریہ کو تحفظ دے سکیں اور قاری کو تردد میں مبتلا کر کے پھر اپنے مقدمات قائم کر کے اس سے اپنے موقف کو ترجیح دلوائیں۔

وہ لکھتے ہیں:

"مذکورہ بحث سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید کے ظاہر کو حکم مانا جائے تو زنا کے عام مجرموں کے حوالے سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق کرنا بے حد مشکل ہے۔ دوسری طرف اگر روایات کے ظاہر اور ان پر مبنی تعامل کو فیصلہ کن ماخذ مانا جائے تو شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق کی نفی یا اس کی ایسی توجیہ و تاویل بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتی جس سے روایات کے متبادر مفہوم و مدعا کو برقرار رکھتے ہوئے قرآن مجید کے ساتھ ان کا ظاہری تعارض فی الواقع دور ہو جائے۔ اس ضمن میں اب تک جو توجیہات سامنے آئی ہیں، وہ اصل سوال کا جواب کم دیتی اور مزید سوالات پیدا کرنے کا موجب زیادہ بنتی ہیں۔ اس وجہ سے ہماری طالب علمانہ رائے میں یہ بحث ان چند مباحث میں سے ایک ہے جہاں توفیق و تطبیق کا اصول موثر طور پر کارگر نہیں اور جہاں ترجیح ہی کے اصول پر کوئی متعین رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ عقلاً اس صورت میں دو ہی طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں:

ایک یہ کہ روایات سے بظاہر جو صورت سامنے آتی ہے، اس کو فیصلہ کن مانتے ہوئے یہ قرار دیا جائے کہ قرآن مجید کا مدعا اگرچہ بظاہر واضح اور غیر محتمل ہے، تاہم یہ محض ہمارے

25692

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہم کی حد تک ہے، جب کہ نبی ﷺ کی بیان کردہ تفصیل اللہ تعالیٰ کے منشا کی تعیین کے حوالے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کے ظاہر کو حکم مانتے ہوئے یہ فرض کیا جائے کہ نبی ﷺ کے ارشادات کا یقیناً کوئی ایسا محل ہوگا جو قرآن کے ظاہر کے منافی نہ ہو، لیکن چونکہ قرآن کا مدعا ہمارے لیے بالکل واضح ہے، جب کہ روایات کا کوئی واضح محل بظاہر سمجھ میں نہیں آتا، اس لیے روایات اور ان پر مبنی تعامل کو توجیہ وتاویل یا توقف کے دائرے میں رکھتے ہوئے ان پر غور وفکر جاری رکھا جائے گا تا آنکہ ان کا مناسب محل واضح ہو جائے۔

اس دوسرے زاویۂ نگاہ کے پس منظر میں یہ تصور کارفرما ہے کہ شریعت کے جو احکام قرآن مجید میں زیر بحث آئے ہیں، ان میں نبی ا کا کوئی ارشاد یا عمل قرآن مجید کے برعکس یا اس سے متجاوز نہیں ہوسکتا اور اگر بظاہر کہیں ایسی صورت دکھائی دے تو اس کی بنیاد قرآن مجید میں تلاش کرنی چاہیے یا توجیہ وتاویل کے ذریعے سے حتی الامکان اس کے صحیح محل کو واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اور آخر میں لکھتے ہیں:

''اس طرح یہ بحث دو مختلف اصولی زاویہ ہائے نگاہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی بحث قرار پاتی ہے۔ ہماری رائے میں یہ دونوں زاویے عقلی اعتبار سے اپنے اندر کم وبیش یکساں کشش رکھتے ہیں اور اس باب میں انفرادی ذوق اور رجحان کے علاوہ کوئی چیز غالباً فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔'' (حدود وتعزیرات: ص 165 تا 167)

ہم کہتے ہیں

1- محمد عمار صاحب اگر ہماری بتائی ہوئی ترتیب کو اختیار کریں تو:

i- ان کو توفیق و تطبیق کے کارگر اور مؤثر نہ ہونے کا شکوہ نہ رہے گا۔

ii- اور انہوں نے جو دو عقلی طریقے ذکر کیے ہیں ان کی ضرورت نہ رہے گی۔

2- محمد عمار صاحب نے جو دوسرا عقلی طریقہ ذکر کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے فرض منصبی یعنی تعلیم قرآن اور تبیین قرآن سے جوڑ نہیں کھاتا۔ علاوہ ازیں یہ عقلی طریقہ جن خوفناک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غلطیوں پر مبنی ہے ان کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

3- محمد عمار صاحب لکھتے ہیں ''ہماری رائے میں یہ دونوں زاویے عقلی اعتبار سے اپنے اندر کم وبیش یکساں کشش رکھتے ہیں۔ اور اس باب میں انفرادی ذوق اور رجحان کے علاوہ کوئی چیز غالباً فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔'' حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے پہلی رائے کو کمزور اور بودا دکھانے کی پوری کوشش کی ہے اور دوسری رائے کو ہی جابجا ترجیح دیتے رہے ہیں اور اب دونوں کو یکساں درجہ دے رہے ہیں۔ لیکن خود ان کا اور ان کے مخدوم اہل علم امین احسن اصلاحی کا ذوق اور رجحان تو پہلے ہی واضح ہو چکا ہے۔

4- پھر محمد عمار صاحب کی یہ بات بھی صحیح نہیں کہ ''اس باب میں انفرادی ذوق اور رجحان کے علاوہ کوئی چیز غالباً فیصلہ کن نہیں ہو سکتی'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے فیصلے اور دیگر حدیثیں اور اجماع امت یہ سب چیزیں ہی فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ محمد عمار صاحب لفظوں کے ہیر پھیر میں بہت خوفناک باتیں کہہ جاتے ہیں لیکن ان کو پوری تسلی ہے کہ کوئی بھی ان کے اسلوب بیان کے آگے کچھ پر نہیں مار سکتا۔

www.kitabosunnat.com

المکتبۃ الرحمانیہ
99- جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
25692
نمبر ....

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کی کچھ تصنیفات

1- مریض و معالج کے اسلامی احکام

2- سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام

3- فقہی مضامین

4- فہم قرآن (3 جلدوں میں 16 پاروں کی رواں تفسیر)

5- فہم حدیث (3 جلدوں میں)

6- اسلامی عقائد

7- اصول دین

8- مسائل بہشتی زیور (2 جلدوں میں)

9- جدید معاشی مسائل

10- مسنون حج و عمرہ (مدلل)

11- تحفہ اصلاحی

12- تحفہ غامدی

13- مروجہ مجالس ذکر و درود شریف کی شرعی حیثیت